خوف کے سائے

2024/25 میں مذہب اور عقیدے کی آزادی

خوف کے سائے

2024/25 میں مذہب اور عقیدے کی آزادی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

2025@پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
تمام جملہ حقوق محفوظ ہیں۔اس اشاعت کا کوئی حصہ ماخذ کا واضح اور مناسب حوالہ دے کر شائع کیا جاسکتا ہے۔

اس اشاعت کے مندرجات کی درستی کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے،اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کسی غیرارادی کوتاہی کا ذمہ دار نہیں

ISBN. 978-627-7602-66-6

اشاعت:
وژنریز ڈویژن، 90اے، ایئرلائنز ہاؤسنگ سوسائٹی، خیابان جناح لاہور۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور، 54600
فون: 9969 3586 ,4994 3586 ,8341 3583 42 92+
ای میل: hrcp@hrcp-web.org
www.hrcp-web.org

حرف تحسین

پاکستان انسانی حقوق کمیشن اس رپورٹ کو لکھنے کے لیے عثمان سعید اور اس کے ترجمے کے لیے عدنان عادل کا بہت ممنون ہے۔ہم سلمان فرخ اور حلیمہ اظہر کے مشکور ہیں جنہوں نے اس رپورٹ کی پروڈکشن کا اہتمام کیا۔رپورٹ پر نظر ثانی کے لیے فرح ضیا اور ماہین پراچہ اور ٹائٹل کے ڈیزائن اور لے آوٹ بنانے پر ردا فضل کے شکر گزار ہیں۔

ضروری وضاحت: یہ دستاویز یورپی یونین کی مالی مدد سے تیار کی گئی ہے۔اس دستاویز کے مندرجات کلیتًا پاکستان انسانی حقوق کمیشن کی ذمہ داری ہیں اور کسی بھی قسم کے حالات میں اس دستاویز کو یورپی یونین کی پوزیشن کا عکاس قرار نہیں دیا جاسکتا۔

Funded by the
European Union

فہرست

تعارف	1
طریق کار	4
توہین مذہب کے الزام میں افراد کا ماورائے عدالت قتل	5
عبدالعلی کا کیس: کھلے عام قتل کا واقعہ	5
شاہنواز کنبھر: غلط الزام اور ناحق قتل	6
احمدیہ کمیونٹی کے خلاف تشدد	9
قتل کے واقعات	9
عید کے دوران احمدیوں کو نشانہ بنانے کے واقعات	11
مذہبی مقامات اور قبروں کی بے حرمتی	12
جبری طور پر مذہب کی تبدیلی	13
توہین مذہب کے قوانین کا غلط استعمال	17
بلاسفیمی بزنس گروپ اور لوگوں کو 'پھنسانے' کے الزامات	18
توہین مذہب کے ملزم قیدیوں کے حالات	20
نظامی (systemic) تشدد اور امتیازی سلوک	21
چترال میں اسماعیلی قصابوں کے خلاف مہم	21
مذہبی آزادیوں کے مسائل پر مرکزی دھارے کے میڈیا کی بے حسی	21
عدلیہ اور منتخب عہدیداروں پر دائیں بازو کی قوتوں کا دباؤ	22
بار ایسوسی ایشنز کی جانب سے انتہائی دائیں بازو کا حمایتی موقف	23
پُر تشدد انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے قانون سازی	23
سفارشات	25

تعارف

ہر شخص کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔۔۔ اپنے مذہب یا عقیدے کی کھلے عام اظہار کا حق، اس پر عمل کر کے، عبادت کر کے اور اپنی مذہبی تعلیمات پر کاربند رہ کر۔

-- آرٹیکل 18، انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو مسلسل محرومی و بے بسی (marginalisation) کا سامنا ہے۔ مذہبی اکثریت نے اقلیتوں کے بنیادی آئینی حقوق کی خلاف ورزیاں کر کے اُنہیں شدید مصائب کا شکار کر دیا ہے۔ خاص طور پر آئین کے آرٹیکل 20 کی خلاف ورزی کر کے جس کے تحت مذہب یا عقیدے کے اظہار، اس پر عمل اور اس کی ترویج کے حق کی آزادی دی گئی ہے۔ یوں انہیں الگ تھلگ کر دیے جانے اور مسلسل زیادتی کا نشانہ بنائے جانے کی وجہ سے اقلیتیں اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ تنگ و تاریک علاقوں میں رہنے کو ترجیح دیں۔ یہ علاقے بعض اوقات کچی آبادیوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ مذہب یا عقیدے کی آزادی سے متعلق خلاف ورزیوں کو دستاویزی شکل میں لانے والی یہ رپورٹ جو یکم جولائی 2024 سے 30 جون 2025 تک کی ہے۔ یہ رپورٹ بھی پچھلی رپورٹس کی طرح ایک بھیانک صورتحال کی عکاسی کرتی ہے۔

اقلیتوں کے خلاف تشدد میں اضافہ ہوا ہے۔ احمدیوں کی ٹارگٹ کلنگ کے متعدد واقعات رونما ہوئے۔ ایک واقعے میں پاکستان کے سب سے بڑے شہر کے ایک مصروف بازار کے وسط میں، پولیس کی بھاری نفری سے تھوڑے ہی فاصلہ پر، ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے عبادت گاہوں کو جزوی یا مکمل طور پر مسمار کیا، حالانکہ ان میں سے کچھ عبادت گاہوں کو ہائی کورٹ کے فیصلے کے تحت تحفظ حاصل تھا۔ ملک بھر سے قبروں کی بے حرمتی کے متعدد واقعات رپورٹ ہوئے۔

سب سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ توہین مذہب کے الزام میں دو افراد کو پولیس نے ماورائے عدالت قتل کر دیا جبکہ انہوں نے ایک مشتعل ہجوم سے بچاؤ کے لیے پولیس سے تحفظ طلب کیا تھا کیونکہ یہ مشتعل ہجوم انہیں مار مار کر قتل کرنے کے درپے تھا۔ یہ ہمارے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کردار پر ایک دھبہ ہے۔ دونوں مقتولین مسلمان تھے۔

مسیحی اور ہندو اقلیتوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والوں نے پنجاب اور سندھ میں کمسن لڑکیوں کی جبری تبدیلی مذہب کے بارے میں خطرات کو بار بار اُجاگر کیا ہے۔ اس رپورٹ میں ایسی متعدد مثالوں کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں مبینہ طور پر اغوا کی گئی یا اپنے گھروں سے بھگا کر لائی جانے والی لڑکیوں کی عمریں 18 سال سے کم تھیں، جو شادی کے لیے وفاقی اور صوبائی قوانین میں متعین کردہ کم از کم عمر کے تقاضوں کی واضح خلاف ورزی ہے۔ بعض واقعات میں واضح طور پر ایک طریقہ کار نظر آتا ہے کہ پہلے لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے پھر ان کو اسلام قبول کرایا جاتا ہے اور اس کے بعد ان سے زبردستی شادی کی جاتی ہے۔

سال 2024/25 کی آخری سہ ماہی میں ملک میں بعض نوجوانوں اور خواتین کے والدین کی طرف سے دائر کی جانے والی رٹ درخواست پر عدالتی سماعتیں ہوئیں۔ ان عدالتی سماعتوں کو ملک بھر میں براہ راست دیکھا گیا۔ ان لوگوں کو مبینہ طور پر توہین مذہب کے جھوٹے مقدمات میں پھنسایا گیا تھا۔ سماعتوں سے انکشاف ہوا کہ نوجوانوں کو مبینہ طور پر ایف آئی اے کے اہلکاروں کی ملی بھگت سے مجرمانہ طریقے سے پھنسایا گیا۔ ایک 'نجی ادارے' کی جانب سے عدالت کی کارروائی میں خلل ڈالنے کی متعدد کوششیں کی گئیں۔ درخواست گزاروں نے اس نجی ادارے پر غیر قانونی گرفتاریوں کا الزام لگایا تھا۔

نفرت انگیز تقریریں بڑھتی جا رہی ہیں۔ جب سپریم کورٹ نے ایک احمدی شخص کی ضمانت منظور کی تو چیف جسٹس کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ ایک منتخب سینیٹر کی عوامی سطح پر توہین کی گئی۔ یہ توہین خاص طور پر دائیں بازو کے حامی کچھ سوشل میڈیا چینلز نے کی۔ سینیٹر نے جب مذہبی اقلیتوں کے

دفاع میں بات کی تو اس کی حب الوطنی پر بھی سوال اٹھائے گئے۔ یہ نفرت انگیز تبصرے جس طرح کھلے عام کیے گئے وہ ایک پریشان کن صورتحال تھی۔

اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی دیگر تنظیمیں پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک پر مسلسل تحفظات کا اظہار کرتی رہی ہیں۔ ان خدشات کا اظہار کرنے والوں میں یونائیٹڈ نیشنز سپیشل رپورٹیئر آف فریڈم آف ریلیجن اینڈ بیلیف (مذہب یا عقیدے کی آزادی پر اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے) بھی شامل تھے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے سارا سال پریس کو جاری کیے گئے اپنے بیانات اور فیکٹ فائنڈنگ کے ذریعے ان مسائل کو خاص طور پر اُجاگر کیا۔

اس رپورٹ میں بار ایسوسی ایشنز کے دائیں بازو کی قوتوں کی طرف جھکاؤ پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ وہ بنیادی انسانی حقوق کے سنگین معاملات پر ایسا موقف اختیار کرتی ہیں جس کی حمایت انتہا پسند مذہبی جماعتوں کررہی ہوتی ہیں۔

مثبت پہلو کی بات کی جائے تو وفاقی حکومت نے چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 2025 (بچوں کی شادی کی روک تھام کا قانون) منظور کیا ہے۔ یہ قانون مردوں اور خواتین دونوں کے لیے شادی کی کم از کم عمر 18 سال مقرر کرتا ہے۔ ایک اور پیشرفت یہ ہوئی کہ خیبر پختونخوا کے ساتھ ساتھ پنجاب، سندھ، اور بلوچستان نے بھی ایسے قوانین منظور کر لیے ہیں جن کے تحت پُرتشدد انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے سینٹرز آف ایکسی لنس قائم کیے جائیں گے۔

طریقِ کار

مذہبی آزادی سے متعلق خلاف ورزیوں پر اپنی نوعیت کی اس پانچویں رپورٹ میں جو سال 2024/25 کا احاطہ کرتی ہے، ایچ آر سی پی نے بنیادی طور پر عوامی سطح پر دستیاب دستاویزات پر انحصار کیا ہے۔ ان میں خبریں، مضامین اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے تیار کی گئی رپورٹس شامل ہیں۔ بہت سی مثالوں میں، ایک ہی واقعے کو بیان کرنے والے متعدد ذرائع سے بات کی گئی تاکہ نہ صرف واقعات کی اصل ترتیب سے آگاہی حاصل ہو بلکہ فراہم کردہ معلومات کے درست ہونے کی تصدیق بھی ہو جائے۔

مذہبی آزادیوں سے متعلقہ خلاف ورزیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ انہیں اکثر مرکزی دھارے کے میڈیا میں ناکافی کوریج ملتی ہے۔ اس وجہ سے، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسا کہ ایکس (سابقہ ٹوئٹر)، یوٹیوب اور واٹس ایپ سے معلومات لی گئیں۔ البتہ اس سلسلہ میں بڑی احتیاط کے ساتھ کام لیا گیا تاکہ ان معلومات کی صداقت پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو۔

اقلیتوں کو درپیش مسائل کی براہ راست تفہیم کے لیے ان کمیونٹیز کے انسانی حقوق کے کارکنوں سے انٹرویو کیے گئے۔ ان کارکنوں نے اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شواہد اور ڈیٹا اکٹھا کرنے کے لیے برسوں کام کیا ہے۔ انسانی حقوق کے ایک سینئر وکیل سے بھی مشاورت کی گئی تاکہ مسائل کے قانونی پہلوؤں کو سمجھا جا سکے اور ایسی سفارشات پیش کی جائیں جو قانونی طور پر پختہ اور قابل عمل ہوں۔

سرکاری ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات بہت کم اور نامکمل ہوتی ہیں۔ اس لیے دیگر ذرائع سے بھی بات کی گئی۔ اقلیتی برادری کے ذرائع سے حاصل کردہ معلومات اور دستاویزات کو بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کیا گیا۔

توہین مذہب کے الزام میں افراد کا ماورائے عدالت قتل

پاکستان میں توہین مذہب کے الزام میں لوگوں کے ماورائے عدالت قتل کا ہولناک سلسلہ حکومت کی مسلسل ناکامی کو اجاگر کرتا ہے، حکومت انسانی حقوق، بشمول جینے کے حق، مذہب یا عقیدے کی آزادی اور امتیازی سلوک کی ممانعت' کے احترام اور تحفظ کے لیے اپنی ذمہ داری نبھانے میں ناکام رہی ہے۔

-- ایمنسٹی انٹرنیشنل[1]

ستمبر 2024 میں توہین مذہب کے الزام میں دو افراد پولیس کی حراست میں ایک ہفتے سے بھی کم وقفے کے اندر اندر مار دیے گئے۔ میر پور خاص میں ایک مبینہ پولیس مقابلے کے دوران ایک شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جس کی کوئی وجہ سمجھ سے بالاتر ہے، اور دوسرے کو کوئٹہ کے ایک تھانے کے اندر ایک پولیس کانسٹیبل نے ہلاک کر دیا۔ پولیس کے ہاتھوں ہلاکتوں کا یہ عمل پریشان کن ہے، اس لیے کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ماضی میں ایک صوبائی گورنر کو بھی ان کی حفاظت پر مامور پولیس اہلکار قتل کر چکا ہے۔

عبدالعلی کا کیس: کھلے عام قتل کا واقعہ

بارہ ستمبر 2024 کو پولیس کانسٹیبل سعد خان سرحدی نے کوئٹہ میں کنٹونمنٹ تھانے کی حوالات کے اندر توہین مذہب کے ملزم عبدالعلی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔[2] کوئٹہ کے نواحی علاقے خروٹ آباد کے رہائشی مشتبہ شخص عبدالعلی کو ایک ویڈیو زیر گردش آنے کے بعد حراست میں لیا گیا تھا جس میں اُس نے مبینہ طور

پر ختم نبوت کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے تھے۔ ویڈیو وائرل ہونے کے بعد عبدالعلی کے خلاف دفعہ 295 سی کے تحت مقدمہ درج کیا گیا تھا۔

تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) سمیت مذہبی جماعتوں کا ایک ہجوم خروٹ آباد تھانے کے باہر جمع ہوا جہاں مشتبہ شخص کو ابتدائی طور پر حراست میں رکھا گیا تھا۔ جب پر تشدد ہجوم نے اس کی تحویل کا مطالبہ کیا تو پولیس اہلکاروں نے اسے کنٹونمنٹ تھانے منتقل کر دیا، جہاں یہ جان لیوا واقعہ پیش آیا۔ یہ کوئٹہ میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا، جہاں ڈیوٹی پر مامور ایک پولیس اہلکار نے توہین مذہب کے الزامات کا سامنا کرنے والے ایک شخص کو دورانِ حراست قتل کر دیا۔

قتل کے چند روز بعد مقتول عبدالعلی کے اہل خانہ نے قاتل سرحدی کو 'غیر مشروط طور پر معاف' کر دیا۔ اسی روز کوئٹہ بار ایسوسی ایشن کے صدر سمیت دو وکلا نے سرحدی کی رہائی کے لیے درخواست ضمانت دائر کی۔[3] اپنی حمایت کے اظہار کے لیے کچھ دوسرے وکلاء نے بھی اعلان کیا کہ وہ سرحدی کا مقدمہ مفت میں لڑیں گے۔ جمعیت علمائے اسلام (ف) کے سینیٹر عبدالشکور غیبزئی نے ملزم کے تمام قانونی اخراجات برداشت کرنے کا اعلان بھی کیا۔

شاہنواز کنبھر: غلط الزام اور ناحق قتل

> ہجوم کو اُکسانے والا مولوی وہی تھا جس نے شاہنواز کو قرآن پڑھنا سکھایا تھا۔ وہ شاہنواز کی ذہنی حالت سے واقف تھا، لیکن اس کے باوجود وہ باز نہ آیا۔
> -- شاہنواز کنبھر کا کزن [4]

ڈاکٹر شاہنواز کنبھر سول اسپتال عمرکوٹ میں ملازم تھا۔ وہ اپنی زندگی کو لاحق خطرات کے باعث 17 ستمبر 2024 کو کراچی فرار ہو گیا تاکہ مشتعل مظاہرین کے ہاتھوں مارے جانے سے بچ جائے۔[5] ایک مقامی عالم نے ڈاکٹر شاہنواز پر سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد اپ لوڈ کرنے کا الزام لگایا تھا۔ تاہم،

کنبھر نے کراچی میں اپنے ہوٹل سے اپ لوڈ کیے گئے ایک ویڈیو پیغام میں ان الزامات کی تردید کی۔[6]

سترہ ستمبر کو قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اُسے کراچی سے گرفتار کیا۔ اہل خانہ کے مطابق یہ اس کی جانب سے رضا کارانہ گرفتاری تھی کیونکہ پولیس نے اُسے تحفظ کی یقین دہانی کرائی تھی۔ بعدازاں اُسے میرپور خاص منتقل کرنے کے لیے میرپور خاص پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ 19 ستمبر کو، پولیس نے اعلان کیا کہ کنبھر ایک پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔ قتل کے ذمہ دار پولیس افسران کو ہیرو کے طور پر سراہا گیا اور مقامی لوگوں نے انہیں ہار پہنائے۔[7]

متوفی کے اہل خانہ نے عمرکوٹ سے 40 کلومیٹر دور ایک چھوٹے سے قصبے جہانرو میں اس کی تدفین کی کوشش کی تاہم ''پٹرول اور کلہاڑیوں'' سے لیس ایک بڑا ہجوم مقامی قبرستان میں جمع ہو گیا اور انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ جب خاندان نے اسے صحرا میں اپنی آبائی زمین میں دفنانے کی کوشش کی تو ہجوم نے میت کو جلا کر مسخ کر دیا۔

سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کی تنظیموں بشمول ایچ آر سی پی اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی جانب سے مذمت کے بعد سندھ پولیس کے ڈی آئی جی کی سربراہی میں ایک ٹیم نے تحقیقات کیں جس نے مبینہ پولیس مقابلے کو 'جعلی' قرار دیا۔[8] تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق، میرپور خاص پولیس نے پہلے سے طے شدہ مقابلے میں کنبھر کو ہلاک کیا اور اسے قانونی تحفظ دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔[9]

سندھ انسانی حقوق کمیشن (ایس ایچ آر سی) کی جانب سے کی گئی ایک آزادانہ انکوائری میں قرار دیا گیا کہ ''ڈاکٹر شاہنواز کنبھر کی توہین رسالت کے ملزم کے طور پر غلط نشان دہی کی گئی، یہ غلطی ایف آئی آر کے اندراج کے عمل میں نظام کی خامیوں کی وجہ سے ہوئی۔''[10]

ایس ایچ آر سی کی تحقیقات کے نتائج کی تصدیق ایف آئی اے کی رپورٹ سے ہوئی۔ اس رپورٹ میں کنبھر کی گرفتاری اور ان کی موت کے درمیان پیش آنے والے واقعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ 14 فروری 2025 کو ایف آئی اے نے کنبھر کے مبینہ ماورائے عدالت قتل کے مقدمہ کا حتمی فرد

جرم (چارج شیٹ) میرپورخاص کی انسداد دہشت گردی کی عدالت میں جمع کرایا۔

فرد جرم میں پولیس کے ابتدائی دعوے کو چیلنج کیا گیا کہ کنبھر کے پاس مقابلے کے دوران ہتھیار موجود تھا۔ اس میں کہا گیا کہ وہ سارا وقت پولیس کی حراست میں تھا۔ ایف آئی اے کی فرد جرم میں پولیس کے ان دعووں کو بھی غلط ثابت کیا گیا کہ کنبھر نے دو گولیاں چلائی تھیں۔ فرد جرم میں مربوط طریقہ سے قتل کی نشاندہی کی گئی۔ فرد جرم میں کہا گیا کہ کچھ سینئر پولیس افسران ایک مقامی مذہبی رہنما کے ساتھ مسلسل رابطے میں تھے۔ اس مذہبی رہنما کے ساتھیوں نے عمرکوٹ کی اُس پولیس ٹیم کے ساتھ مل کر کام کیا جس نے ابتدائی طور پر کنبھر کو گرفتار کیا تھا۔[11]

احمدیہ کمیونٹی کے خلاف تشدد

> ہم پاکستان میں احمدیہ کمیونٹی کے خلاف تشدد اور امتیازی سلوک کی مسلسل رپورٹس سے فکرمند ہیں۔ ہم پاکستانی حکام پر زور دیتے ہیں کہ وہ اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے فوری کاروائی کریں۔
>
> -- اقوام متحدہ کے آزاد ماہرین۔[12]

قتل کے واقعات

غصے کی حالت میں کلہاڑی سے مارا گیا، بے رحمی سے گولی ماردی گئی، یا جنون کی کیفیت میں ہجوم کے ذریعہ قتل کیا گیا۔ موجودہ رپورٹ کی تیاری کے عرصہ کے دوران احمدیوں کے خلاف تشدد میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔ ذیل میں مختصراً پاکستان کے احمدی شہریوں کے قتل کا باعث بننے والے پرتشدد جرائم کا جائزہ لیا گیا ہے جن کا سبب بظاہر مذہبی محرکات تھے ۔ دو واقعات میں مقتولین جماعت احمدیہ کے عہدیدار تھے۔ سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ ہجوم کے ہاتھوں قتل کے ایک واقعہ میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کا ایک بڑا دستہ قریب ہی موجود تھا، پھر بھی اس شخص کو بچایا نہیں جا سکا۔

لالہ موسیٰ، 26 جولائی 2024۔ چار بچوں کے والد اور جماعت احمدیہ کے ایک مقامی عہدیدار 53 سالہ ذکا الرحمٰن کو لالہ موسیٰ میں ان کے ڈینٹل کلینک میں قتل کردیا گیا۔ ایک حملہ آور کلینک میں داخل ہوا اور ذکا الرحمٰن کے جسم کے بالائی حصے میں گولی ماردی۔[13] رپورٹس کے مطابق مقتول کو کئی مہینوں سے، خاص طور پر عید کی چھٹیوں سے، دھمکیاں مل رہی تھیں۔

راولپنڈی، 5 دسمبر 2024۔ راولپنڈی میں چالیس سالہ طیب احمد کو کلہاڑی سے لیس ایک شخص نے وار کرکے قتل کردیا۔[14] مقتول کے بھائی طاہر احمد پر بھی حملہ ہوا لیکن وہ بچ گیا، اس نے کئی دھمکیاں ملنے

کے بعد حال ہی میں اپنے خاندان کو حفاظت کی خاطر راولپنڈی سے باہر منتقل کر دیا تھا۔

نوکوٹ، 13 دسمبر 2024۔ جماعت احمدیہ کے مقامی کمیونٹی رہنما امیر حسن کو اس وقت قتل کر دیا گیا جب وہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک احمدی عبادت گاہ سے گھر واپس جا رہے تھے۔[15] اطلاعات کے مطابق موٹر سائیکل پر سوار دو نامعلوم افراد نے شناخت کی تصدیق کے بعد ان پر فائرنگ کر دی۔ امیر حسن کے سینے پر جان لیوا زخم آئے اور وہ موقع پر ہی دم توڑ گئے۔

کراچی، 18 اپریل 2025۔ کراچی کے علاقے صدر میں چھیالیس سالہ لئیق چیمہ کو ٹی ایل پی کے حامیوں کے ایک جتھے نے قتل کر دیا۔[16] چیمہ کو اس قدر مارا گیا کہ وہ ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔ ان کارکنوں نے ایک احمدی عبادت گاہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، جیسا کہ وہ ملک بھر میں ہر جمعہ کو کر رہے تھے، تا کہ احمدیہ کمیونٹی کو ان کی مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکا جا سکے۔ ہجوم کے ہاتھوں قتل کا واقعہ ایسی جگہ پر ہوا جہاں سے کچھ ہی فاصلے پر اس طرح کے واقعے کو روکنے کے لیے پولیس تعینات تھی۔ مقتول ٹی ایل پی کے کارکنوں کے خلاف ایک زیر التوا مقدمے میں کلیدی گواہ تھا۔ یہ مقدمہ 2023 میں احمدیوں کی عبادت گاہ پر حملہ سے متعلق تھا۔ پولیس کے مطابق چیمہ کو مار مار کر ہلاک کرنے والے چھ مجرموں میں سے ایک کھارادر کا منتخب یونین کونسل چیئرمین تھا، جس نے ٹی ایل پی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور کامیابی حاصل کی تھی۔

قصور، 24 اپریل 2025۔ پانچ افراد نے فائرنگ کر کے 19 سالہ محمد آصف کو ہلاک اور اس کے ایک کزن کو شدید زخمی کر دیا۔[17] پولیس کے مطابق ایک مشتبہ حملہ آور ٹی ایل پی کا رُکن تھا۔ یہ شخص پہلے بھی ایک اور واقعہ میں ذاتی رنجش نکالنے کے لیے مذہبی جذبات کو استعمال کرنے کی کوشش کر چکا تھا۔ اطلاع کے مطابق اس علاقے میں احمدیوں کی عبادت گاہ کے خلاف طویل عرصے سے مہم چل رہی تھی اور ہراساں کیے جانے کی اطلاع ملی تھی۔

سرگودھا، 16 مئی 2025۔ 58 سالہ معدے کے سینئر ڈاکٹر (گیسٹرو اینٹرولوجسٹ) محمود شیخ کو پرائیویٹ ہسپتال کی سیڑھیوں پر، جہاں وہ کام کرتے تھے، گولی ماردی گئی۔ صفائی والے عملے کے بھیس میں ایک نوجوان نے ان پر فائرنگ کی۔[18] ان کا تعلق احمدی برادری سے تھا۔ ان کو فوری طور پر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال لے جایا گیا، جہاں وہ دم توڑ گئے۔

عید کے دوران احمدیوں کو نشانہ بنانے کے واقعات

> ایچ آر سی پی کو خدشہ ہے کہ احمدیہ کمیونٹی کے خلاف یہ منظّم امتیازی رویہ قانون ہاتھ میں لینے کا رجحان رکھنے والے غیرمجاز افراد اور انتہاپسند گروپوں کو اس بات کیلیے بااختیار بنائے گا کہ وہ کمیونٹی کی نقل وحرکت کی آزادی اور عوامی شرکت پر عملی طور پر (ڈی فیکٹو) پابندی عائد کردیں۔
>
> -- پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق۔[19]

عیدالاضحیٰ 2024 کے قریب آتے ہی احمدیہ کمیونٹی کو جانوروں کی قربانی سمیت عید کی رسومات ادا کرنے سے روکنے کی کوششیں تیز ہوگئیں۔ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن سمیت متعدد بار ایسوسی ایشنز نے ایک انتہائی دائیں بازو کی مذہبی جماعت کے ساتھ مل کر خطوط لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں پر زور دیا گیا کہ وہ احمدیہ کمیونٹی کو عید کی رسومات ادا کرنے سے روکیں۔[20]

جیسا کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے رپورٹ کیا کہ چکوال، نارووال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، خانیوال اور فیصل آباد اضلاع میں احمدیہ کمیونٹی کے ارکان کو ہدایت کی گئی کہ وہ حلف نامے اور ضمانتی بانڈز جمع کرائیں، جن میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہو کہ وہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی نہیں کریں گے۔[21] دستخط شدہ حلف نامے میں کہا گیا ہے کہ ''شرائط کی خلاف ورزی پر 5 لاکھ روپے تک جرمانے ہوں گے یا پاکستان پینل کوڈ کے تحت دستخط کنندگان پر قانونی پابندی عائد کی جائے گی۔''

مذہبی مقامات اور قبروں کی بے حرمتی

احمدیہ کمیونٹی کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق زیر جائزہ عرصہ کے دوران احمدیوں کی عبادت گاہوں پر 29 حملے کیے گئے اور انہیں نقصان پہنچایا گیا۔ 26 واقعات میں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے عمارتوں کو مسمار کرنے کا کام کیا۔ یہ واقعات اوکاڑہ، خانیوال، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، وہاڑی، شیخوپورہ، گجرات اور سرگودھا سمیت دیگر مقامات پر پیش آئے۔

لاہور ہائیکورٹ کے 2023 کے ایک تاریخی فیصلے میں عدالت نے کہا کہ پی پی سی کی دفعہ 298 بی اور 298 سی احمدیوں کی اُن عبادت گاہوں کے ڈھانچے کو مسمار یا انہیں تبدیل کرنے کا اختیار نہیں دیتیں، جو 1984 یا اس سے پہلے تعمیر ہوئی ہوں۔[22] تاہم، ضلع سیالکوٹ میں ایک تاریخی عبادت گاہ کو حکام نے 16 جنوری 2025 کی رات کو مسمار کر دیا۔[23] جماعت احمدیہ کی پریس ریلیز کے مطابق وہ عبادت گاہ جسے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ، سر ظفر اللہ خان نے 1947 سے پہلے تعمیر کیا تھا اسے ملبے کا ڈھیر بنا دیا گیا اور اس عمل کے پیچھے ایک منظّم کوشش کارفرما نظر آتی ہے۔[24] ہائی کورٹ کے فیصلے کی ایک اور واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے، گوجرانوالہ پولیس نے 11 اکتوبر 2024 کو احمدیوں کی دو عبادت گاہوں کے میناروں کو تباہ کر دیا۔[25] دونوں عبادت گاہیں بالترتیب 1953 اور 1954 میں تعمیر کی گئی تھیں۔ احمدیہ کمیونٹی کے مطابق، انہوں نے لاہور ہائی کورٹ کے 2023 کے فیصلے کے بارے میں پہلے ہی پولیس کو آگاہ کیا تھا، لیکن پولیس نے اسے نظر انداز کیا اور مسماری کی کارروائی کر دی۔

جیسا کہ پچھلے سال ہوا تھا، اسی طرح اب بھی زیر جائزہ مدت کے دوران پاکستان بھر میں سیکڑوں احمدیوں کی قبروں کو توڑ پھوڑ کا نشانہ بنایا گیا جو اس اقلیت کے خلاف صریحاً نفرت انگیز کارروائیاں ہیں۔ ایسے ہی ایک معاملے میں نامعلوم افراد نے 21 مارچ 2025 کو کوٹلی (آزاد کشمیر) میں چار دیواری میں بند قبرستان میں احمدیوں کی قبروں کے کتبوں کو تباہ کر دیا۔[26] اس واقعے میں 76 قبروں کو نقصان پہنچایا گیا اور ان کی بے حرمتی کی گئی۔

جبری طور پر مذہب کی تبدیلی

غیر مسلم نابالغ لڑکیوں کے لاپتہ ہونے اور پھر کچھ دنوں کے بعد دوبارہ ظاہر ہونے، اسلام قبول کرنے اور ایک مسلمان مرد سے شادی کرنے کا طریقہ 2024/25 میں بھی برقرار رہا۔ سندھ میں ہندو صوبے کی آبادی کا 8.8 فیصد ہیں اور مسیحی پنجاب میں 1.9 فیصد ہیں۔ ان دونوں اقلیتی برادریوں نے بارہا یہ مسئلہ اٹھایا ہے۔

سندھ سے ہندوؤں کی بھارت اور دیگر مقامات پر ہجرت کے بارے میں ایچ آر سی پی کے تحقیقی جائزے (فیکٹ فائنڈنگ) کے دوران یہ پتہ چلا کہ جبری طور پر مذہب کی تبدیلی اور زبردستی شادیاں سندھ میں ایک مستقل مسئلہ ہے۔[27] جائزہ رپورٹ نے اس بات پر زور دیا کہ یہ مسئلہ نچلی ذات کے (شیڈولڈ کاسٹ) ہندوؤں میں زیادہ ہے۔ شیڈولڈ ذات کے ہندووں کی سماجی اور اقتصادی حیثیت کمتر ہوتی ہے اور سماج میں آگے بڑھنے کی صلاحیت محدود۔ اس باعث وہ خاص طور پر آسانی سے نشانہ بن سکتے ہیں اور ان کی حالت زار مزید بگڑ جاتی ہے۔

رپورٹ میں خاص طور پر میاں عبدالحق کے کردار کا ذکر کیا گیا، جو میاں مٹھو کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ ایک مقامی سیاست دان اور مسلمان پیر ہیں۔ ان پر الزام ہے کہ وہ کم عمر ہندو لڑکیوں کی جبری تبدیلئ مذہب اور شادیوں میں سہولت فراہم کرنے کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہیں۔ ضلع گھوٹکی کے شہر ڈہرکی میں ان کا مدرسہ، درگاہ بھرچونڈی شریف اس اعتبار سے ایک اہم مقام ہے۔ یہاں مبینہ طور پر مذہب تبدیل کرنے کے ایسے متعدد واقعات ہو چکے ہیں۔ 2022 میں اس متنازع پیر کو برطانوی حکومت کی پابندیوں کی فہرست میں شامل کیا گیا۔[28]

پنجاب میں مسیحی برادری سے تعلق رکھنے والے انسانی حقوق کے ایک دیرینہ کارکن کے مطابق، جبری تبدیلئ مذہب کا مسئلہ بہت زیادہ پیچیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ محض ایک مذہبی نہیں بلکہ اقتصادی اور

سماجی مسئلہ بھی ہے کیونکہ اقلیتیں، خاص طور پر مسیحی، معاشرے کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا موقف ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں بڑی تعداد کم عمر مسیحی لڑکیوں کی ہے۔ ایسے معاملات میں اکثر پولیس کے بارے میں یہ تاثر سامنے آیا کہ وہ اغوا کار کا ساتھ دیتی ہے۔ ان کا کہنا ہے: 'اب وہ (پولیس والے) کہتے ہیں کہ لڑکی نے اسلام قبول کرلیا ہے، اس لیے اسے واپس بھیجنا حرام ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر ایف آئی آر درج بھی کر لی جاتی ہے، تو والدین کو اتنی شدید دھمکیاں دی جاتی ہیں کہ وہ بیٹی پر اپنے دعوے سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔'

جولائی 2024 میں ایک نابالغ مسیحی لڑکی لائبہ سہیل کا واقعہ پیش آیا۔ اُسے تقریباً پانچ ماہ قبل مبینہ طور پر اغوا کیا گیا تھا، اسے بازیاب کرا کے فیصل آباد میں اس کے والدین کے پاس پہنچا دیا گیا۔[29] لڑکی کو فروری 2024 میں عرفان مسیح اور اس کے پانچ ساتھیوں نے اغوا کیا تھا۔ اغوا کاروں نے بعد میں اسے شفقت شاہ کے حوالے کر دیا۔ شفقت شاہ نے لائبہ کو زبردستی اسلام قبول کرایا اور اس سے شادی کر لی۔

پولیس کی کئی تفتیشی ٹیموں نے تصدیق کی کہ لائبہ کم عمر تھی اور شاہ کے ساتھ اس کا نکاح غیر قانونی تھا۔ اسی عمر کی ایک اور لڑکی علینہ، لائبہ جیسی خوش قسمت نہیں تھی۔ اس کے والدین اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب وہ انہیں واپس کر دی جائے گی۔ (باکس 1 دیکھیں)

باکس1: علینہ کی آزمائش

علینہ کے واقعہ میں ہم نے ڈپٹی کمشنر اور پولیس سے درخواست کی۔ ہم نے ڈاکٹروں سے اس کی عمر کے تعین پر بحث کی۔ ہم نے قومی کمیشن برائے انسانی حقوق سے رابطہ کیا۔ ہم نے دو بار اسلام آباد ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہم نے تمام دستیاب فورمز پر آواز اٹھائی، کوئی جگہ نہیں چھوڑی اور معاملہ اب سپریم کورٹ کے سامنے ہے۔

صفدر چودھری، علینہ بازیابی کیس کی قیادت کرنے والے انسانی حقوق کے کارکن۔

علینہ اب 15 سال کی ہے۔ اس نے خاص طور پر پریشان کن سال (2024) گزارا، جس میں اس کا گھر سے غائب ہو جانا، بعد میں اس کی اغوا کار کی رہائش گاہ سے بازیابی، اسے چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کی تحویل میں دیا جانا، اور پھر اسی شخص کے پاس واپسی جس پر اسے اغوا کرنے کا الزام ہے۔ یہ علینہ کی زندگی کی ایک مختصر تاریخ وار کہانی ہے جو اس کے کیس کی پیروی کرنے والے انسانی حقوق کے کارکنوں کی فراہم کردہ تفصیلات کی مدد سے مرتب کی گئی ہے۔

13 مارچ 2010۔ علینہ خالد، خالد مسیح کے غریب گھرانے میں پیدا ہوئی۔ نادرا کے بی فارم کی ایک کاپی، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کی طرف سے جاری کردہ اس کے پانچویں جماعت کے رزلٹ کارڈ اور 'آر (ہمارے) لیڈی آف فاطمہ چرچ اسلام آباد' کی طرف سے جاری کردہ سرٹیفکیٹ تاریخ پیدائش کی تصدیق کرتے ہیں۔

24 جون 2024۔ علینہ لاپتہ ہوگئی۔ اس کے والدین نے ایک مقامی قصاب حیدر علی پر اسے اغوا کرنے کا الزام لگایا۔ اس بات کا تعین نہیں کیا جا سکتا کہ اسے زبردستی ورغلا کر ساتھ لے جایا گیا۔

25 جون 2024۔ مقامی پولیس کی ابتدائی ہچکچاہٹ کے باوجود خاندان کے ڈٹ جانے کے بعد ایک ایف آئی آر درج کی گئی۔ ایف آئی آر میں حیدر علی اور ایک دوسرے فرد کی علینہ کے اغوا میں مشتبہ افراد کے طور پر نشاندہی کی گئی۔

25 جون 2024۔ علینہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے مذہب کی تبدیلی کا واحد ثبوت تبدیلئ مذہب کے اس کے سرٹیفکیٹ کی ایک نقل ہے جس پر حافظ محمد، خطیب اور نکاح رجسٹرار کے دستخط ہیں۔ دستاویز پر کسی مدرسے یا مسجد کا نام نہیں۔

25 جون 2024۔ علینہ کی شادی حیدر علی سے ہوگئی۔ نکاح نامے میں اس کی عمر قومی شناختی کارڈ کے کسی حوالے کے بغیر 19 سال بتائی گئی۔ دستاویز پر حافظ محمد نے نکاح رجسٹرار کی حیثیت سے دستخط کیے۔

10 جولائی 2024۔ آرٹیکل 199 کے تحت علینہ کی بازیابی کا مقدمہ اسلام آباد ہائی کورٹ میں دائر کیا گیا۔

28 جولائی 2024۔ علینہ کو پولیس نے بازیاب کرالیا۔

29 جولائی 2024۔ ایک اسسٹنٹ کمشنر کے سامنے پیش ہونے کے بعد علینہ کو اسلام آباد میں چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کی تحویل میں رکھا گیا۔

12 ستمبر 2024۔ علینہ کو اس کے والدین کے حوالے کرنے کے لیے اسلام آباد ہائی کورٹ میں ایک اور رٹ درخواست دائر کی گئی۔

13 ستمبر 2024۔ علینہ کو حیدر علی کے پاس واپس کر دیا گیا۔

18 ستمبر 2024۔ اسلام آباد ہائیکورٹ نے رٹ درخواست خارج کر دی۔

ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف ریفرنس 5358/24 کے تحت ایک اپیل سپریم کورٹ آف پاکستان میں آٹھ ماہ سے زیر التوا ہے، جس کی سماعت کا انتظار ہے۔

جنوری 2025 میں، ایک مرد اور اس کی بیوی جمعرات کو میرپور خاص کے ایک ایڈیشنل سیشن جج کے سامنے تحفظ کے لیے اس وقت پیش ہوئے جب سندھ انسانی حقوق کمیشن (ایس ایچ آر سی) کی جانب سے ضلعی پولیس کو کم عمر لڑکی کی زبردستی تبدیلیٔ مذہب اور اس کی غیر قانونی شادی پر جوڑے کے خلاف کارروائی کرنے کو کہا گیا۔[30]

ایک ہندو لڑکی، چودہ سالہ چاہت اپریل 2025 میں کوئٹہ سے لاپتہ ہوئی۔[31] اس کے لاپتہ ہونے کے چند دن بعد، چاہت نے ایک ویڈیو پیغام کے ذریعے دعویٰ کیا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اپنی مرضی سے شادی کرلی ہے۔ تاہم، چاہت کے والدین نے اس کا پیدائشی سرٹیفکیٹ اور بی فارم پیش کیا تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ وہ بلوچستان میں قانونی طور پر شادی کی طے شدہ عمر 16 سال سے بہت چھوٹی ہے۔

مئی 2025 میں، ایک اقلیتی کونسلر امیت کمار اور ڈہرکی، گھوٹکی، روہڑی، اور سکھر کی ہندو پنچایتوں نے روہڑی تعلقہ میں اپنے گاؤں سے ایک نوعمر میگھواڑ لڑکی کی گمشدگی پر سخت ردعمل کا اظہار کیا اور اس کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا۔[32] انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ لڑکی کو مذہب کی جبری تبدیلی کے لیے اغوا کیا گیا ہے۔

جون 2025 میں ایس ایچ آر سی نے سول سوسائٹی گروپس اور ہندو پنچایت لاڑکانہ کے ساتھ مل کر شہداد پور میں ایک ہندو خاندان کی تین نابالغ لڑکیوں اور ایک نوعمر لڑکے کے مبینہ طور پر زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر شدید تشویش کا اظہار کیا۔[33] انہوں نے نابالغ بچوں اور ان کے اہل خانہ کے تحفظ کے لیے حفاظتی اور قانونی اقدامات پر زور دیا۔

توہین مذہب کے قوانین کا غلط استعمال

ہر ایف آئی آر ایک زندگی اجاڑ دیتی ہے اور جن لوگوں پر توہین مذہب کا الزام ہوتا ہے، ان کے لیے جیل میں ہر دن خوف سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ خوف نہ صرف غیر منصفانہ الزامات کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ دوسرے قیدیوں کے اچانک ممکنہ حملوں کا بھی ہوتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ انہیں ماورائے عدالت سزا نافذ کرنے کا اختیار ہے۔ ان افراد کو ایک بھیانک حقیقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جہاں مقدمات کی طویل کارروائیوں کے بعد فیصلہ ہونے میں کئی دہائیاں لگ سکتی ہیں، جس سے وہ غیر محفوظ ہونے اور مایوسی کی دائمی کیفیت کا شکار ہوجاتے ہیں۔

-- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق[34]

پاکستان میں اکثر اوقات توہین مذہب کے قانون کو ذاتی بدلے لینے یا مالی فائدہ حاصل کرنے کے لیے غلط استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ ہیومن رائٹس واچ کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "توہین مذہب کا محض الزام ہی سزائے موت ہوسکتا ہے"۔[35] رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "مسیحیوں اوراحمدیوں کے خلاف توہین مذہب کے الزامات پر طویل عرصے سے ایسا ہورہا ہے کہ ہجوم تشدد پر مائل ہوا اور پوری کمیونٹی گھربار چھوڑنے پر مجبور ہوگئی۔ اکثر اوقات، زبردستی بے دخلی کے بعد ان کی جائیداد کو ضبط کرلیا جاتا ہے۔"

اگرچہ زیرنظر مدت کے دوران جھوٹے الزامات کا سلسلہ جاری رہا، بہت سے لوگوں کو عدالتوں سے بری کردیا گیا، جس سے ان الزامات کے پیچھے بدنیتی پر مبنی ارادے کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔ اکتوبر 2024 میں، صائمہ اور سونیا کو ٹوبہ ٹیک سنگھ کی سیشن عدالت نے شواہد کا جائزہ لینے کے بعد ضمانت پر رہا کردیا۔ اُن پر تقریباً دو ماہ قبل توہین مذہب کا الزام لگایا گیا تھا۔[36] تحصیل گوجرہ کے ایک گاؤں سے

تعلق رکھنے والی اِن خواتین پر مقدس تحریروں والی بوری کو خالی پلاٹ میں پھینکنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔

دو افراد کو الگ الگ مقدمات میں نچلی عدالتوں نے توہینِ مذہب کے الزام میں سزائے موت سنائی تھی لیکن اعلیٰ عدلیہ نے انہیں بری کر دیا۔ فروری 2025 میں، لاہور ہائی کورٹ نے ناکافی شواہد اور گواہوں کی شہادتوں میں تضاد کا حوالہ دیتے ہوئے ساجد علی کو بری کر دیا۔ اُسے پہلے توہین مذہب کے الزام میں موت کی سزا سنائی گئی تھی۔[37] اسی طرح، جون 2025 میں سپریم کورٹ نے انور کینتھ کی 23 سالہ طویل آزمائش کا خاتمہ کیا جب تین ججوں کے بینچ نے انہیں ذہنی طور پر غیر مستحکم ہونے کی بنیاد پر بری کر دیا۔ 2002 میں انور کینتھ[38] کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت سزائے موت اور پچاس لاکھ روپے جرمانہ کیا گیا تھا۔

جون 2025 میں ساہیوال سے تعلق رکھنے والے ایک 25 سالہ فرحان مسیح نامی مسیحی شخص کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 اے اور 298 اے کے تحت توہین مذہب کے الزامات اور انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کی دفعہ 7 کے تحت الزامات سے بری کر دیا گیا۔ ٹرائل جج نے فیصلہ دیا کہ استغاثہ اپنے کیس کو معقول حقائق کے طور پر ثابت کرنے میں ناکام رہا۔ فرحان، ایک ذہنی طور پر بیمار اور غریب مسیحی تھا۔ اُس پر انسداد دہشت گردی کے قوانین کے تحت فرد جرم عائد کی گئی اور اس نے تقریباً پانچ ماہ جیل میں گزارے۔[39]

بلاسفیمی بزنس گروپ اور لوگوں کو پھنسانے کے الزامات

جنوری 2024 میں پنجاب پولیس کی اسپیشل برانچ نے توہین مذہب کے الزام میں نوجوانوں کو پھنسانے کے حوالے سے رپورٹ تیار کی تھی۔ اس کے بعد اِن بڑھتی ہوئی شکایات پر خطرناک صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے، قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) نے اس معاملے پر ایک سال تک طویل تحقیقات کیں۔[40] کمیشن نے مختلف جیلوں کا دورہ کیا اور توہین مذہب کے مبینہ

الزامات کے تحت قید سیکڑوں قیدیوں کے انٹرویو کیے۔ کمیشن نے ملزمان کے اہل خانہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے نمائندوں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ رپورٹ کے مطابق ’’قید افراد کا تعلق مختلف صوبوں سے تھا جو اس پریشان کن رجحان کے وسیع اثرات کو آشکار کرتا ہے۔‘‘

کمیشن کی یہ رپورٹ نومبر 2024 میں جاری ہوئی۔ اس رپورٹ میں توہین مذہب کے مقدمات کے اندراج میں ڈرامائی اضافے کا ایک پریشان کن رجحان سامنے آیا۔ ان میں سے زیادہ تر مقدمات کی بنیاد ایف آئی اے کے سائبر کرائم یونٹ نے رکھی تھی اور تواتر کے ساتھ ایک نجی ادارے کی ملی بھگت شامل تھی۔ رپورٹ کے مطابق، ان مقدمات میں واضح طور پر قانونی طریقہ کار کو نظرانداز کیا گیا۔ گرفتاریاں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی بجائے پرائیویٹ لوگوں نے کیں۔ گرفتاری کے دوران اور اس کے فوراً بعد دونوں مواقع پر تشدد کی اطلاعات بھی سامنے آئیں۔ زیر حراست افراد کے تحریری بیانات اکثر زبردستی لیے گئے جس سے ان بیانات کی قانونی حیثیت مشکوک ہوگئی۔ ملزمان کے لیے قانونی مدد اور معاونت حاصل کرنے میں منظّم طریقے سے رکاوٹیں ڈالی گئیں اور بعض اوقات انہیں زیادہ فعال انداز میں دھمکیاں دی گئیں۔

اس بات کے ثبوت کے طور پر کہ تحقیقات کس قدر غیر سنجیدگی سے کی گئیں، اس رپورٹ میں ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ یہ راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں قید ایک نوجوان کی گرفتاری سے متعلق ہے۔ اس شخص کو گرفتاری سے پانچ ماہ قبل قانونی طور پر نابینا قرار دیا گیا تھا لیکن بظاہر من گھڑت شواہد کی بنیاد پر اُسے پھنسا دیا گیا۔ کمیشن کی تفتیشی رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ قیدیوں کو پھنسانے میں ملوث پرائیویٹ افراد کی جانب سے قیدیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ جیل کے اندر مزید مجرمانہ سرگرمیاں سرانجام دیں۔ سفارشات کی ایک فہرست میں، قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے تجویز پیش کی کہ اس معاملے کی تحقیقات کے لیے مختلف سرکاری محکموں کے اعلیٰ عہدے داروں پر مشتمل ایسی مشترکہ تحقیقاتی ٹیم تشکیل دی جائے، جس میں قانون نافذ کرنے والے ادارے اور انٹیلی جنس ایجنسیاں شامل ہوں۔

ستمبر 2024 میں شدید مشکلات کا شکار نوجوانوں اور خواتین کے رشتہ داروں کی طرف سے دستخط شدہ

ایک رٹ درخواست اسلام آباد ہائی کورٹ میں دائر کی گئی۔ مارچ 2025 میں، عدالت نے اپنی کارروائی کو براہ راست نشر کرنے کا فیصلہ کیا۔[41]

توہین مذہب کے ملزم قیدیوں کے حالات

پنجاب کے محکمہ جیل خانہ جات کی سرکاری ویب سائٹ پر دستیاب اعداد وشمار کے مطابق 17 جون 2025 تک توہین مذہب کے مقدمات میں قیدیوں کی کل تعداد 729 تھی۔ ان میں سے 51 خواتین اور دو نوعمر افراد (18 سال سے کم عمر) تھے۔ زیر سماعت مقدمات کے قیدیوں کی کل تعداد 679 تھی جن میں 48 خواتین تھیں۔ 39 مرد سزا یافتہ تھے۔ 19 کو غیر حتمی طور پر سزائے موت سنائی گئی تھی، جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں، جبکہ دو مردوں کو حتمی طور پر سزائے موت سنائی جا چکی تھی۔

دیگر صوبوں میں توہین مذہب کے ملزمان سے متعلق ان کی ویب سائٹس پر اعداد وشمار واضح طور پر دستیاب نہیں تھے۔ تاہم، گزشتہ جائزوں سے پتہ چلتا ہے کہ توہین مذہب سے متعلق قیدیوں کی اکثریت پنجاب کی جیلوں میں تھی۔

انسانی حقوق کے اداروں کی طرف سے کیے گئے زیادہ تر تحقیقاتی جائزے پاکستان کی جیلوں کے حالات زندگی کی ایک بھیانک تصویر پیش کرتے ہیں، ان جائزوں میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کی طرف سے کیے گئے جائزے شامل ہیں۔ توہین مذہب کے الزامات کا شکار قیدیوں کو اس سے بھی زیادہ بدتر صورتحال کا سامنا ہے۔ دوسرے قیدیوں کے حملوں کے اندیشے پر انہیں ایک ہی بیرک میں یا ایک ہی سیل میں اکٹھا رکھا جاتا ہے۔ توہین مذہب سے متعلقہ الزامات میں گرفتار کیے گئے لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے پہلے سے ہی گنجائش سے زیادہ بھری ہوئی جیلوں میں رہنے کی جگہ کو مزید کم کر دیا ہے۔

نظامی (systemic) تشدد اور امتیازی سلوک

چترال میں اسماعیلی قصابوں کے خلاف مہم

23 مئی 2025 کو، ایچ آر سی پی نے گرم چشمہ، چترال میں مقامی انتظامیہ کے اس فیصلے پر شدید تشویش کا اظہار کیا جس میں اس نے اسماعیلی قصابوں پر علاقے میں گوشت فروخت کرنے پر پابندی لگا دی تھی۔[42] سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس (سابقہ ٹوئٹر) پر ایچ آر سی پی نے اپنی ایک پوسٹ میں کہا: ''تمام پاکستانی شہریوں کو ان کی فرقہ ورانہ وابستگی سے قطع نظر مساوی آئینی حقوق حاصل ہیں۔'' کچھ سنی مذہبی رہنماؤں کی جانب سے اسماعیلی قصابوں کی طرف سے فروخت کیے جانے والے گوشت کو غیر اسلامی قرار دے دیا گیا تھا جس کے بعد انتظامیہ نے ان قصابوں پر گوشت بیچنے پر پابندی عائد کر دی۔

مذہبی آزادیوں کے مسائل پر مرکزی دھارے کے میڈیا کی بے حسی

گزشتہ برسوں کی طرح، مذہبی یا عقیدے کی آزادی سے متعلق معاملات پر مرکزی دھارے کے میڈیا کی لاتعلقی جاری رہی۔ ایک بڑا مسئلہ سامنے آیا جس نے ملک کے تقریباً 400 گھرانوں پر براہ راست اثر ڈالا اور یہ معاملہ لاعلمی کا شکار نوجوان پاکستانیوں کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہونا چاہیے۔ یہ معاملہ اسلام آباد ہائی کورٹ میں نام نہاد بلاسفیمی بزنس گروپ سے متعلق سماعت تھی۔ اگرچہ مقدمہ کو تقریباً چار ماہ تک آن لائن براہ راست دکھایا گیا لیکن پرنٹ اور ڈیجیٹل میڈیا میں سماعتوں کی کم سے کم کوریج ہوئی اور کچھ ٹیلی ویژن شوز کو چھوڑ کر اس مسئلے کے بارے میں کوئی خاص معنی خیز بحث بھی نہیں ہوئی۔ اسی طرح، ایسے واقعات جو اقلیتوں کے لیے پریشانیوں کا باعث تھے، جیسے زبردستی کی شادیاں، جبری تبدیلیٔ مذہب اور اقلیتوں کے خلاف تشدد، انہیں بھی خبروں میں کوریج نہیں ملی۔

بلاسفیمی بزنس گروپ کے متاثرین کے اہل خانہ کی ایک پریس کانفرنس کو میڈیا میں محدود کوریج ملی تو اس پر ایک سینئر صحافی نے لکھا کہ ''پریشان کن لیکن شاید غیر حیران کن طور پر پریس کانفرنس کو ہمارے قومی

میڈیا نے بہت کم کوریج دی۔ (میں نے ٹی وی پر کوئی رپورٹ نہیں دیکھی اور صرف ایک رپورٹ پرنٹ میڈیا میں دیکھی) اور حتیٰ کہ اسپیشل برانچ کی اس بارے میں اصل رپورٹ کو صرف ایک خودمختار میڈیا گروپ فیکٹ فوکس نے کور کیا۔''[43]

عدلیہ اور منتخب عہدیداروں پر دائیں بازو کی قوتوں کا دباؤ

ملک میں ایک تشویشناک رجحان سامنے آیا ہے، انتہائی دائیں بازو کے گروہ پروپیگنڈے اور براہ راست دھمکیوں کے ذریعے عدلیہ اور منتخب عہدیداروں پر زیادہ دباؤ ڈال رہے ہیں۔ جولائی 2024 میں، تحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے نائب امیر پیر ظہیر الحسن شاہ پر چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف تشدد پر اُکسانے کے الزام میں دہشت گردی کا مقدمہ درج کیا گیا تھا، یہ اس وقت ہوا تھا جب سپریم کورٹ نے فروری 2024 کے اپنے نظرثانی شدہ فیصلے میں مبارک ثانی کو ضمانت دینے کے فیصلے کو برقرار رکھا تھا۔[44]

مبارک ثانی، ایک احمدی شخص پر ایک جرم کا مقدمہ درج کیا گیا تھا جو اس سے مبینہ طور پر 2019 میں سرزد ہوا، اس عمل کو 2021 میں جرم قرار دیا گیا اور مبارک ثانی کی جانب سے جرم کا مبینہ ارتکاب اس قانون کے نافذ ہونے سے پہلے ہوا تھا۔ دائیں بازو کے گروہ سپریم کورٹ کے فیصلے سے مشتعل ہوگئے اور انہوں نے عدالت عظمیٰ کے اعلیٰ ترین جج کے خلاف مذمتی مہم شروع کی۔ ایک ایسے اقدام کے ذریعے جس کی پہلے نظیر نہیں ملتی، 23 اگست 2024 کو سپریم کورٹ نے اپنے اصل فیصلے کا دوسرا نظرثانی حکم نامہ جاری کیا اور سیاسی، مذہبی گروپس کی جانب سے قابل اعتراض سمجھے گئے پیراگراف کو حذف کر دیا۔[45]

24 جون 2025 کو، ایچ آر سی پی نے ایکس (سابقہ ٹویٹر) پر سخت الفاظ میں ایک بیان جاری کیا جس میں سینیٹر پرویز رشید کے خلاف انتہائی دائیں بازو کے ایک گروپ کی جانب سے استعمال کی گئی اشتعال

انگیز زبان کی مذمت کی گئی۔اس اشتعال انگیزی میں ایک منتخب نمائندے کوغدار قرار دیا گیا تھا کیونکہ اس نے تمام شہریوں کے لیے مذہب یا عقیدے کی آزادی کا دفاع کیا تھا۔[46] چند روز قبل سینیٹر پرویز رشید نے سینیٹ میں تقریر کی تھی جس میں انہوں نے عیدالاضحیٰ کے موقع پر ایک بزرگ خاتون کے مذہبی عقائد کے بارے میں پولیس کی مبینہ تحقیقات کی مذمت کی تھی۔

بار ایسوسی ایشنز کی جانب سے انتہائی دائیں بازو کا حمایتی موقف

حساس مذہبی معاملات پر مختلف بار ایسوسی ایشنز کی طرف سے اختیار کیے گئے موقف انتہائی قدامت پسند یا دائیں بازو کی قوتوں کی طرف واضح جھکاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ جون 2025 میں مانسہرہ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کی طرف سے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ اس قرارداد نے اپنے ممبران کو ایسے عدالتی مقدمات میں پیش ہونے سے روک دیا جن میں ملزمان پر توہین مذہب یا قرآن پاک کی بے حرمتی کا الزام ہے۔[47] ایچ آر سی پی نے اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ قانونی عمل کے بنیادی اصول کی بالواسطہ خلاف ورزی ہے، یہ بنیادی اصول ہر فرد کو منصفانہ ٹرائل اور قانونی نمائندگی کے حق کی ضمانت دیتا ہے، چاہے وہ افراد کسی بھی قسم کے الزامات کا سامنا کر رہے ہوں۔[48] خوش قسمتی سے، خیبر پختونخوا بار کونسل نے مانسہرہ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کی اس قرارداد کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ یہ آئین کی دفعہ 10 اے کی روح کے خلاف ہے۔ یہ آرٹیکل سب کو منصفانہ ٹرائل کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔[49]

پُرتشدد انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے قانون سازی

> نقصان دہ بیانیے، ناقص اور غلط معلومات اور انتہا پسندانہ نظریات کو جواز فراہم کرنے والی نفرت انگیز تقاریر، یہ سب عوامل پرتشدد انتہا پسندی کو ہوا دے سکتے ہیں۔ حکومتیں، سول سوسائٹی کے نمائندے، علاقائی تنظیمیں اور میڈیا کے نمائندے، سبھی کا اسٹریٹجک ابلاغ کی کوششوں میں ایک کلیدی کردار ہے جو

انھوں نے ادا کرنا ہے تا کہ آن لائن اور آف لائن معلومات کی ساکھ کو یقینی بنایا جا سکے اور پرتشدد انتہا پسندی کی طرف راغب کرنے والی نفرت انگیز تقاریر کو روکا جا سکے۔

-- یونائیٹڈ نیشنز گلوبل پروگرام آن پریوینٹنگ اینڈ کاونٹرنگ وائلنٹ ایکسٹریم ازم (پرتشدد انتہا پسندی کی روک تھام اور انسداد پر اقوام متحدہ کا عالمی پروگرام)۔[50]

میرپور خاص میں توہین مذہب کے ملزم ڈاکٹر کے ماورائے عدالت قتل پر اپنی رپورٹ میں سندھ انسانی حقوق کمیشن (ایس ایچ آر سی) نے ''مذہبی انتہا پسندی سے نمٹنے میں متعلقہ فریقوں کی ناکامیوں'' کو اجاگر کیا۔[51] رپورٹ نے اس بات پر زور دیا کہ نفرت انگیز تقریر اور اشتعال انگیزی کا تسلسل پاکستان کے پرتشدد انتہا پسندی کے انسداد (کاؤنٹرنگ وائلینٹ ایکسٹریم ازم، سی وی ای) کے فریم ورک کے نفاذ میں نمایاں ناکامی کی عکاسی کرتا ہے۔

زیرِ جائزہ عرصہ میں ایک قابل ذکر پیش رفت یہ ہوئی کہ بلوچستان، سندھ اور پنجاب کی صوبائی اسمبلیوں نے صوبائی سنٹرز آف ایکسی لینس کے قیام کے لیے قوانین منظور کیے۔ اِن سنٹرز میں پرتشدد انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے تحقیق کی جائے گی، پالیسیاں اور حکمت عملی بنائی جائے گی۔ ان سنٹرز کی اہم ذمہ داریوں میں عقیدے کی بنیاد پر قائم تنظیموں اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مل کر کام کرنا شامل ہے تا کہ متشدد انتہا پسندوں کی جانب سے مذہب کے غلط استعمال کو روکا جا سکے اور نفرت پر مبنی جرائم کا انسداد کیا جا سکے۔

سفارشات

- وفاقی حکومت کو پنجاب پولیس کی سپیشل برانچ کی تحقیقات سے حاصل شدہ معلومات اور قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کی نومبر 2024 کی رپورٹ کی بنیاد پر ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنا چاہیے۔ پاکستان کمیشن آف انکوائری ایکٹ 2017 کے سیکشن 3 کے تحت وفاقی حکومت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ عوامی اہمیت کے کسی بھی خاص معاملے کی تحقیقات کے لیے تحقیقاتی کمیشن بنا سکتی ہے۔

- بلوچستان، پنجاب اور خیبر پختونخوا کی صوبائی اسمبلیوں کو ایسے قوانین منظور کرنے کو ترجیح دینی چاہیے جن میں شادی کے لیے مرد اور عورت دونوں کی کم از کم عمر 18 سال مقرر ہو تا کہ پاکستان بھر میں شادی کی عمر میں یکسانیت کو یقینی بنایا جائے۔ اطلاعات کے مطابق یہ بل متعلقہ صوبائی اسمبلیوں میں زیر غور ہیں۔

- حکام کو چاہیے کہ وہ ان مدارس کی نگرانی کریں جو اکثر کم عمر لڑکیوں کی تبدیلئ مذہب میں ملوث ہیں۔ مزید یہ کہ مذہب کی تبدیلی عدالت میں یا کسی سرکاری اہلکار کی موجودگی میں کی جانی چاہیے۔

- کسی شخص پر ہجوم کے تشدد اور یا اس شخص کے ہجوم کے ہاتھوں قتل سے بچانے کے لیے پاکستان میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بہتر طور پر لیس کرنے کی ضرورت ہے۔ خفیہ معلومات جمع کرنے، ہجوم سے نمٹنے، فسادات کے ابتدائی اشاروں کو سمجھنے اور کمیونٹی پولیسنگ کے سلسلے میں پولیس کی تربیت کرنا نہایت اہم ہے۔ مزید یہ کہ ایسے لوگوں کے خلاف فوری کارروائی کی جانی چاہیے جو ہجوم کو اکساتے اور ہجوم کے مجرمانہ عمل کی قیادت کرتے ہیں۔

- اقلیتیں اور ایسے لوگ جو مذہب کے انتہائی دائیں بازو کی تشریح سے مطابقت نہیں رکھتے اُن لوگوں کے خلاف نفرت کے بلا روک ٹوک پھیلاؤ کا تدارک کرنا چاہیے۔ ریاست یقینی بنائے کہ تشدد پر

اکسانے والے تمام عناصر، خاص طور پر جو سوشل میڈیا پر اکساتے ہیں، انہیں قانون کے کٹہرے میں لایا جائے اور اس عمل میں آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 کے تحت دیئے گئے آزادی اظہار رائے کے حق کی خلاف ورزی نہ ہو۔

- پولیس کے ہاتھوں توہینِ مذہب کے الزام میں افراد کی ماورائے عدالت ہلاکتیں پاکستان کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ساکھ اور کارکردگی کے بارے میں سنگین تشویش کا باعث ہیں۔ محکمانہ احتساب کو بڑھا کر ان فورسز کے اندر موجود ایسے بدکردار عناصر کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔

- پولیس اور ایف آئی اے کو انسانی حقوق، شہریوں کے آئینی تحفظ کے معاملات اور بین الاقوامی قانون کے تحت پاکستان کی ذمہ داریوں سے متعلق جامع تربیت فراہم کی جانی چاہیے۔ اس تربیت میں مذہب اور عقیدے کی آزادی پر خصوصی توجہ مرکوز کی جانی چاہیے جس میں بلاجواز گرفتاریوں، ہراساں کرنے اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک کی ممانعت شامل ہو۔ اس تربیت میں وہ مناسب طریقہ کار بھی سکھایا جائے کہ نفرت انگیز تقریر، جبری تبدیلیٔ مذہب اور عبادت گاہوں پر حملوں کی شکایات کا کیسے ازالہ کیا جائے۔

- واضح عدالتی احکامات اور قانون کے معین ضابطے پر عمل کیے بغیر کسی عبادت گاہ کو مسمار نہیں کیا جانا چاہیے۔ عبادت گاہ کی بے حرمتی کی کوشش کرنے والوں کو گرفتار کر کے قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔

- قانون نافذ کرنے والے اداروں کو یہ اختیار نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کسی شخص سے کلمہ یا مقدس آیات کی تلاوت سن کر اس کے ایمان کی تصدیق کریں۔ کسی بھی شخص کے عقیدے کے بارے میں نادرا کے ڈیٹا بیس میں درج معلومات کافی تصور کی جانی چاہئیں۔

- پُرتشدد انتہا پسندی کے انسداد سے متعلق صوبائی 'سی وی ای' قوانین میں جن سینٹرز آف ایکسی لینس کا تصور دیا گیا ہے، ان سینٹرز کو جلد از جلد فعال کرنا چاہیے۔
- بین المذاہب کمیٹیوں کو مزید موثر بنایا جانا چاہیے اور انہیں صرف مذہبی تقریبات کے دوران ہی نہیں بلکہ پورا سال فعال رہنا چاہیے۔ مختلف مذہبی برادریوں والے علاقوں میں ان کمیٹیوں کی واضح موجودگی ہونی چاہیے۔
- قانون نافذ کرنے والے اداروں کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ عبادت گاہوں کے لاؤڈ سپیکر نفرت انگیز تقاریر کے لیے استعمال نہ ہوں۔
- بار ایسوسی ایشنز اور مذہبی گروپس کو اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ کسی مخصوص فرقے یا اقلیت کے خلاف کارروائی کے لیے پولیس پر دباؤ ڈالیں۔
- عدالتی اور سرکاری حکام کو سپریم کورٹ کے 2014 کے فیصلے اور مذہبی آزادیوں سے متعلق سپریم کورٹ کی دیگر متعلقہ نظیروں کو نافذ کرنا چاہیے۔
- حکام کو چاہیے کہ وہ تمام اقلیتی عبادت گاہوں کی حفاظت کو یقینی بنائیں اور کراچی میں احمدیوں کی 29 عبادت گاہوں کو فوری طور پر دوبارہ کھولیں، اس کے ساتھ متعدد دیگر جگہوں پر موجود عبادت گاہوں کو بھی کھولا جائے جو امن عامہ کے لیے مبینہ خطرے کی وجہ سے بند کر دی گئی ہیں۔
- توہین مذہب کے الزام کی سنگینی کے پیش نظر، تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت تحقیقات اعلیٰ عہدے کے افسران کو کرنی چاہئیں۔
- جیسا کہ مذہبی آزادیوں سے متعلق گزشتہ رپورٹ میں تجویز دی گئی تھی، حکومت کو اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بابت ایک خودمختار خصوصی قانونی قومی کمیشن قائم کرنا چاہیے جس میں تمام مذہبی برادریوں کی مساوی نمائندگی کو یقینی بنایا جائے۔

- ایک عوامی بیداری کی مہم موثر طریقے سے چلائی جانی چاہیے۔ یہ مہم عوام کو سزائے موت سے متعلق حساس قوانین اور ٹریپ کیے جانے (پھانسنے) کے تصور، خاص طور پر جدید ڈیجیٹل دور میں، کے بارے میں آگاہ کرنے پر مرکوز ہو۔ مزید برآں، عوام کو مسلسل ارتقا پذیر سائبر قوانین کے بارے میں آگاہ رکھا جانا چاہیے۔

- مرکزی دھارے کے میڈیا کو معاشرے کے تمام عناصر بشمول پسماندہ گروپس سے متعلق اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔ میڈیا کو ایسے مسائل اجاگر کرنے چاہئیں جو ملک کی مذہبی اقلیتوں پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

- اسکولوں کے نصاب (خاص طور پر آٹھویں جماعت تک) کا جائزہ لیا جانا چاہیے تاکہ یقینی بنایا جائے کہ وہ نوجوانوں کے ذہنوں میں مذہبی تعصب کا بیج نہ بوئے۔

حوالہ جات

1 Ali. (2024, September 21). Amnesty International calls for 'impartial' probe into killings of 2 blasphemy suspects. *Dawn*.
2 S. Shahid. (2024, September 13). Cop shoots blasphemy suspect in Quetta lockup. *Dawn*.
3 S. Shahid. (2024, September 21). Bail plea of Quetta cop who killed blasphemy suspect filed. *Dawn*.
4 R. Sohail. (2024, September 20). Dr. Shahnawaz: 'Hum jalti laash ke sholay dekh rahe thay aur aas paas kharay log naaray laga rahe thay.' BBC Urdu.
5 Doctor booked over blasphemy charge in Umerkot. (2024, September 19). *Dawn*.
6 https://www.youtube.com/watch?v=aa08g6pWPro
7 R. Sohail. (2024, September 20). Dr. Shahnawaz: 'Hum jalti laash ke sholay dekh rahe thay aur aas paas kharay log naaray laga rahe thay.' BBC Urdu.
8 Z. Shah. (2024, September 26). Geo News. Umerkot blasphemy suspect killed in 'fake' police encounter: Sindh home minister.
9 Umerkot doctor accused of blasphemy killed in 'fake encounter': Sindh home minister. (2024, September 26). *Dawn*.
10 Y. Katpar. (2024, October 11). Dr Kunbhar was tortured to death before being shot in fake encounter: SHRC report. *The News*.
11 A. B. Arisar. (2025, February 14). FIA submits final charge-sheet in Umerkot Dr Kunbhar's 'extrajudicial killing' case. *Dawn*.
12 OHCHR. (2024, July 25). Pakistan: Experts urge immediate end to discrimination and violence against Ahmadis.
13 W. A. Butt. (2024, July 28). Ahmadiyya community member slain in Lalamusa. *Dawn*.
14 X. Jalil. (2024, December 6). Ahmadi man axed to death in Rawalpindi. Voicepk.
15 Local Ahmadi leader shot dead in Naukot. (2024, December 14). *Dawn*.
16 I. Ali. (2025, April 19). 13 suspects detained in raids as police file FIR over Ahmadi man's lynching in Karachi. *Dawn*.
17 Two held for killing Ahmadi man, injuring another in Kasur. (2025, April 26). Dawn.
18 A. Chaudhry. (2025, May 17). Doctor belonging to Ahmadiyya community shot dead. *Dawn*.
19 https://x.com/HRCP87/status/1930265654554165564
20 Lahore High Court Bar for barring Ahmadis from practising Islamic Eid rites. (2025, June 4). *Dawn*.
21 Amnesty International. (2025, June 5). *Pakistan: End cyclical harassment and persecution of minority Ahmadiyya community*.
22 W. A. Sheikh. (2023, September 14). Ahmadi structures built before 1984 Ord not mandatory to be razed. *Dawn*.
23 I. Gabol. (2025, January 18). Ahmadi worship place in Sialkot built by ex-FM Zafarullah Khan razed. *Dawn*.
24 Ahmadiyya place of worship in Sialkot demolished amid ongoing persecution. (2025, January 21). *The Friday Times*.
25 X. Jalil. (2024, October 12). 2 Ahmadi worship places destroyed. Voicepk.
26 X. Jalil. (2025, March 21). 72 Ahmadi graves destroyed as religious intolerance spins out of control. Voicepk.
27 Human Rights Commission of Pakistan. (2024). *Exodus: Is the Hindu community leaving Sindh?*
28 A. Rehman. (2022, December 10). UK sanctions controversial Sindh cleric. *Dawn*.
29 Kidnapped minor Christian girl recovered, returned to parents. (2024, July 29). *Dawn*.
30 Mirpurkhas court orders police to ensure safety of convert, her husband. (2025, January 10). *Dawn*.
31 D. Baloch. (2025, May 21). 'We just want our daughter back': Grief and outcry after 14-year-old Chahat disappears in Quetta. Voicepk.

32 Hindu community seeks recovery of 'abducted' teenage girl. (2025, May 19). *Dawn*.
33 SHRC, civil society alarmed by 'forced conversions'. (2025, June 22). *Dawn*.
34 NCHR. (2024). *NCHR investigation into blasphemy cases: October 2023 to October 2024.*
35 Human Rights Watch. (2025). '*A conspiracy to grab the land': Exploiting Pakistan's blasphemy laws for blackmail and profit.*
36 X. Jalil. (2024, October 11). Two sisters bailed of blasphemy charges. Voicepk.
37 M. Asad. (2025, February 16). Blasphemy convict on death row acquitted in Rawalpindi. *Dawn*.
38 S. Khokhar. (2025, June 26). Christian man acquitted of blasphemy charges after 24 years on death row. PIME AsiaNews.
39 Man acquitted of blasphemy charge. (2025, June 13). *Dawn*.
40 NCHR. (2024). *NCHR investigation into blasphemy cases: October 2023 to October 2024.*
41 A. Hamza. (2024, October 3). Families of blasphemy accused demand inquiry commission. *The Nation*.
42 https://x.com/HRCP87/status/1925862104357056559
43 Z. Khuhro. (2024, October 7). Dangerous trap. *Dawn*.
44 W. Riaz. (2024, July 29). TLP vice emir booked under terrorism law as govt vows 'iron' action on threats to top judge. *Dawn*.
45 A. Momand. (2024, August 22). Mubarak Sani case: Supreme Court accepts Punjab govt's application against revised verdict. *Dawn*.
46 https://x.com/HRCP87/status/1937358799519535175
47 Mansehra bar prohibits members from appearing in blasphemy cases. (2025, June 2). *Dawn*.
48 https://x.com/HRCP87/status/1929566175886811646
49 KP Bar Council, PBC Members reject Manshera Bar's blasphemy resolution. (2025, June 3). Voicepk.
50 https://www.un.org/counterterrorism/preventing-violent-extremism
51 A. B Arisar & I. Ali. (2024, October 11). Report lifts veil from police failures in Dr Shahnawaz's killing. *Dawn*.